# ایک ماں کی محبت کتنی ہوتی ہے؟

سید خالد

حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میرا غلام غلطی کرے تو اسے کتنی مرتبہ معاف کروں؟ فرمایا: ستر مرتبہ معاف کرو، ستر کا عدد مبالغے کے لئے استعمال کیا گیا ہے کہ محبت اور درگزر کی انتہا نہیں ہے، یہ چشمہ ہمیشہ رواں دواں رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کو ستر ماؤں کی محبت سے تشبیہ دی گئی ہے، تو اہم ترین سوال یہ ہے کہ ایک ماں کی محبت کتنی ہوتی ہے؟ یہ سوال ہم نے بے شمار طلباء اور احباب سے کیا کہ اپنے ذاتی تجربات کی بنیاد پر وہ بتائیں کہ ایک ماں کی محبت کتنی ہوتی ہے؟ اسے کسی واقعے کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو سب کا جواب تھا کہ کوئی خاص واقعہ ہمیں یاد نہیں لیکن یہ احساس ہے کہ ماں کی محبت بے پناہ اور لازوال ہے لیکن ہم اس کی درجہ بندی نہیں کر سکتے، کسی خاص مثال سے اسے واضح نہیں کر سکتے۔

اس سے پہلے کہ ہم انسان کی ماں کی محبت کا تذکرہ کریں، آپ کی خدمت میں پرندوں، جانوروں کی ماں کی محبت کے کچھ مناظر پیش کرنا چاہتے ہیں، یہ مناظر افسانے نہیں، راقم کے ذاتی مشاہدات ہیں، مرغی انڈوں پر بیٹھتی ہے تو اکیس دن تک انڈے سینے کا یہ عمل جاری رہتا ہے، بائیسویں دن بچہ چھلکا توڑ کر باہر نکل آتا ہے، ہمارے گھر میں مرغی نے انڈے دیئے اور انہیں سینے کے لئے بیٹھ گئی، مرغی ہفتے میں ایک آدھ بار ہی ڈربے سے باہر آتی، صرف کچھ دیر چرتی چگتی، ڈربے سے دو اجابت کرتی اور فوراً اندر چلی جاتی، ڈربے میں وہ صبر سے بیٹھی رہتی لیکن کبھی اندر حاجت رفع نہ کرتی، پاکی کا مکمل خیال کہ جہاں بچے آنکھ کھولیں گے وہ جگہ پاک ہونی چاہئے، اکیس دن کا عرصہ وہ بھوکی پیاسی رہ کر گزارتی رہی، کبھی کبھار کچھ چرنے چگنے باہر آجاتی لیکن انڈوں کی حفاظت کا خیال اسے تیزی سے پلٹنے پر مجبور کردیتا، نیولے نے ایک دن انڈے کھانے کی کوشش کی، مرغی نے سخت مقابلہ کیا اور اسے بھگادیا، خود زخمی ہوگئی لیکن انڈوں کی حفاظت سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہ ہوئی، اس حملے کے بعد اس کا باہر نکلنا، کھانا، پینا نہ ہونے کے برابر رہ گیا، روزے اور اعتکاف کا منظر

تھا، اکیسویں دن بچے نکل آئے تو مرغی ان کے ساتھ ڈربے سے باہر نکل آئی، ہم نے سب کے لئے کثیر مقدار میں دانا فرش زمین پر بکھیر دیا، بچے دانہ چگ رہے تھے، مرغی نے سب سے پہلے باہر نکل کر حاجت رفع کی، پانی پیا، پانی پینے کے بعد دانہ چگنے کے لئے وہ جس سمت جاتی، ایک بچہ فوراً اسی سمت آگے بڑھ کر اس کے سامنے سے پھدک کر دانہ چگ لیتا، مرغی گردن آگے بڑھاتی لیکن بچے کے آگے بڑھتے ہی اپنی گردن پیچھے ہٹالیتی، ایک مرتبہ بھی ایسا لمحہ نہیں آیا کہ مرغی نے بچے کو دانہ کھانے نہ دیا ہو، اس سے مقابلہ کیا ہو، اسے ڈانٹا ہو، زبردستی دانہ چگنا شروع کر دیا ہو کہ اتنا دانہ موجود ہے، وہاں سے کھاؤ میرے سامنے سے کیوں کھا رہے ہو؟ وہ جس سمت مڑتی، جس رخ دانے کے لئے جاتی وہ بچہ مسلسل اس سے آگے بڑھ کر اسی سمت سے دانہ کھانا شروع کر دیتا اور مرغی صبر اور محبت کی مجسم تصویر بنی اپنے بچے کو دیکھتی بھوک اور پیاس کے طویل وقفے کے باوجود ماں کی محبت اس پر محیط اور غالب تھی۔

تخلیق کے کرب کے بعد تخلیق کی لذت اور بچوں سے محبت نے اس کے لئے بھوک و پیاس کو غیر اہم بنا دیا تھا، محبت ایک ایسی شے ہے کہ نفس اس کی خاطر بڑے سے بڑا مجاہدہ کرتا اور بڑی سے بڑی قربانی دیتا ہے، بھوک اور پیاس جسے جبلت کہا جاتا ہے اور نفس کو عموماً اس معاملے میں مجبور سمجھا جاتا ہے، لیکن محبت جبلت کے تقاضے بھی فراموش کر دیتی ہے، یہ ایک ایسا نور ہے جو نفس کو مادیت سے بلند کرتا ہے اور مادی تقاضے اس کے لئے غیر اہم ہو جاتے ہیں، روح اسے مادی دنیا سے ماوراء کر دیتی ہے، ظاہر ہے دنیا کے مطالبات جبلتوں کے تقاضے سب اپنی جگہ پر موجود ہیں، یہ معدوم نہیں ہوتے، نہ ختم ہو سکتے ہیں، مگر انہیں بھلایا جا سکتا ہے، انہیں فراموش کرنا ممکن ہے، ان سے ماوراء ہونا ہر حال میں ممکن ہے، اگر محبت اور ایمان کا جذبہ موجود ہو، محبت کا تقاضا، فطرت کا مطالبہ، جبلت کی آواز اپنی جگہ موجود ہے، سوال یہ ہے کہ کس تقاضے کو کس تقاضے پر فوقیت حاصل ہے، کسے ترجیح دی جائے گی، جب دنیا، جبلت، مادیت ایک طرف ہوں اور محبت دوسری طرف تو غلبہ کس کو ملے گا؟ ظاہر ہے محبت کو، کہ یہ فطرت کا تقاضہ ہے۔

یہ تو ماں کی نعمت پانے والے بچوں کی کہانی تھی، اب ماں کے بغیر پرورش پانے والے بچوں کی داستان الم بھی سنئے، یہ داستان بھی چشم دید ہے، گھر میں راقم کے عینی مشاہدے پر مشتمل ہے، یہ اس نسل کا تذکرہ ہے جنہیں ہم سفید فارم مرغی کے نام سے جانتے اور پہچانتے ہیں، دیسی مرغیوں کی جگہ دنیا میں اس جدید بے کار مرغی نے لے لی ہے، پولٹری فارمنگ کی صنعت بچوں کو ماں سے جدا کر کے پھیلتی پھولتی ہے، صنعت کاری کا مقصد پیسہ کمانا ہوتا ہے، نہ کہ فطرت اور محبت کے مظاہر کو محفوظ کرنا، اولاد کی پرورش کی ذمہ داری ماں باپ پر ہے، لیکن پولٹری فارم کی صنعت نے فطرت سے جنگ کرتے ہوئے انڈوں کو مشین کے ذریعے سینے کو ممکن بنا دیا، مرغی کے بچوں کو فارمز میں مصنوعی زہریلی، خطرناک غذاؤں کے ذریعے چھ ہفتوں میں چھ ماہ کی مرغی کے برابر کرنے کی ذمہ داری لے لی ہے، تا کہ لوگوں پر اشتہارات کے ذریعے مسلط کردہ حرص و ہوس کی تکمیل کے لئے رسد کا مکمل مسلسل انتظام کیا جائے، اس مرغی کا گوشت ذائقے اور لذت سے محروم ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ریشے چبا رہے ہیں۔

عصر حاضر میں کینسر کا ایک اہم سبب اس کیمیائی گوشت کا کثرت سے استعمال ہے، فارم کی برائلر مرغی روزانہ انڈہ دیتی ہے اور دو سال تک مسلسل انڈے دیتی ہے، اسے آرام کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا، آرام کا مطلب کام نہ کرنا اور کام نہ کرنے کا مطلب سرمایہ کمانے کے عمل کو روک دینا ہے، لہٰذا مرغی کو مرنے کی اجازت ہے، آرام کی اجازت نہیں ہے، فارمی سفید مرغی اپنی نسل کو اپنے ہاتھوں سے پروان چڑھانے کی اجازت سے محروم ہے، ماں کا متبادل مشین (Inquibitor) ہے، لیکن کیا یہ ماں کا متبادل ہوسکتا ہے؟ مشین میں پر نہیں ہوتے، ماں نہیں ہوتی، آغوش نہیں ہوتی، ماں کی محبت کی گرمی بھی نہیں ہوتی، لیکن بجلی کی پیدا کردہ حرارت ضرور ہوتی ہے، لیکن کیا یہ محبت کی حرارت کا متبادل ہے؟ ماں کی محبت کا متبادل تو صرف خدا کی محبت ہی ہے، مشین ماں کی جگہ کیسے لے سکتی ہے؟ فطری زندگی بسر کرنے والی دیسی مرغیاں دس پندرہ انڈے دینے کے بعد اپنے انڈوں کو خود سیتی ہیں، اس عرصے میں وہ کڑک ہوجاتی ہے، یعنی انڈے دینا بند کردیتی ہے، جب بچے بڑے ہوجاتے ہیں، تب دوبارہ انڈے دیتی ہے، یہ وقفہ فطرت کے مزاج کے عین مطابق ہے، لیکن صنعتی معاشرہ کو حرص وہوس وحسد، سرمایہ کا ارتکاز، لذتوں کے حصول اور فطرت سے مسلسل جنگ کے اصول پر کھڑا کیا گیا ہے، لہٰذا وہاں فطرت اور وقفہ سب سے سرمایہ دشمن مباحث ہیں۔ فارمی نسل، ماں کی شفقت، محبت، قربت، رفاقت، سرپرستی سے محروم یہ بچے دیسی مرغی کے بچوں کے مقابلے میں نہایت، نحیف، ناتواں، کمزور اور لاغر ہوتے ہیں، ان میں اعتماد کی کمی ہوتی ہے، یہ اڑتے ہوئے ڈرتے ہیں، یہ نہ اپنی حفاظت کرسکتے ہیں، نہ حوادث کا مقابلہ کرسکتے ہیں، لہٰذا پولٹری فارم میں بند رکھ کر ان کی حفاظت کی جاتی ہے، ورنہ چیل کوے ان مریل بچوں کو لے اڑیں، دیسی مرغی اپنے بچوں کی پرورش دیکھ بھال، نگہداشت خود کرتی ہے، انہیں چگنے کے لئے خود لے جاتی ہے، بلی کتوں سے لڑتی ہے، چیل کوؤں سے مقابلہ کرتی ہے، چیل آتی ہے تو اپنے پر پھیلا کر بچوں کو ان میں سمیٹ لیتی ہے اور سائبان بن کر ان کی حفاظت کرتی ہے، اس کے بچے نہایت پھرتیلے، تیز، شریر اور شیطان ہوتے ہیں، وہ پہلے دن سے اڑتے، چھلانگیں مارتے، قلقاریاں بھرتے، زقندیں لگاتے اور ماں کی پیٹھ پر چڑھ جاتے ہیں، ان کو پکڑنا بہت مشکل ہوتا ہے، یہ حوادث سے مقابلہ کرنے کے بھی قابل ہوتے ہیں، ایک ڈیڑھ ماہ بعد وہ اڑنے لگتے ہیں، درختوں پر چڑھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔

اس کے برعکس کسی فارمی مرغی کے بچے اعتماد سے محروم، کماور اور ہراساں رہتے ہیں، بمشکل اڑپاتے ہیں، بھاگنے دوڑنے میں بھی سست رفتار ہوتے ہیں، اگر آپ انہیں کسی درخت پر بٹھادیں تو بمشکل نیچے اتریں گے، ان کے جسم پر، پر موجود ہیں، ان کی فطرت جبلت میں اڑنا رقم ہے لیکن ان تمام اسباب کے باوجود وہ ماں میسر نہیں ہے جو ان اسباب کو ان کے لئے میسر کردے، ان وسائل کے استعمال کا طریقہ انہیں سکھادے، پھر یہ فارمی بچے نقلی غذا کھاتے ہیں، غذا میں انہیں سنگ مرمر کے ریزے کھلائے جاتے ہیں، تاکہ چھلکا مضبوط ہو، آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ سفید انڈے کے چھلکے بالکل کاغذ کی طرح پتلے ہوتے ہیں، کیونکہ ان مرغیوں کو کیلشیم یعنی سنگ مرمر نہیں کھلایا گیا، ان کے جلد ٹوٹنے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے، دیسی مرغی کے بچے

زمین سے دانہ چگتے ہیں، قدرتی غذائیں کھاتے ہیں، لہٰذا ان کے چھلکے بہت مضبوط ہوتے ہیں، انہیں پتھر کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، سفید نسل ماں سے محروم نسل ہے، لہٰذا یہ بے شمار کمزوریوں کا شکار ہے، دیسی مرغی کی نسل ماں کی رفاقت کی نعمت سے معمور نسل ہیں، لہٰذا یہ ایک حقیقی طاقتور نسل ہے، ماں کو الگ کرنے سے بچے کیسے ہو جاتے ہیں، اس کا اندازہ آپ نے کر لیا ہوگا، اسی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "جو شخص یتیم کے سر پر ہاتھ رکھے گا، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا" کیونکہ یتیم کو زیادہ محبت اور زیادہ شفقت کی ضرورت ہوتی ہے، مغرب میں ماں سے محروم نسل کا انجام سفید مرغی کی نسل سے بھی بدتر ہے، زنا کاری کے نتیجے میں بچے کو جنم دینے والی مائیں اپنے بچے خاموشی سے کلیسا کے یتیم خانوں کے حوالے کر دیتی ہیں، بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اسے اپنی ماں باپ کی تلاش ہوتی ہے، وہ دوسرے بچوں کو ماں اور باپ سے کھیلتے ہوئے دیکھتا ہے تو اسے ماں اور باپ کے وجود کی ضرورت شدت سے محسوس ہوتی ہے، لاکھوں حرامی بچے یورپ وامریکہ میں اپنے تشخص کی تلاش میں نفسیاتی بن چکے ہیں جس میں بھی یہی صورت حال ہے، ان بچوں کی دردناک کہانیاں لوگوں کو رُلا دیتی ہیں، ایک قاتل اور خونی نسل پیدا ہوتی ہے جو محبت سے محروم ہے اور محبت سے محروم کرنا چاہتی ہے۔

ہمارے گھر کے پچھلے احاطے میں جہاں پرندوں کی مختلف اقسام ہیں، ان میں ایک مرغی کمزور لاغر اور نحیف نظر آ رہی تھی، اس کی رفتار، چال ڈھال سے لگ رہا تھا کہ کسی اندرونی مرض میں مبتلا تھی، اسی دوران مرغی نے انڈے دینے شروع کر دیئے، اس احاطے میں ایک بطخ بھی انڈے دے رہی تھی، مرغی نے پہلا انڈہ بطخ کے پاس ہی دیا اور وہاں سے ہٹ گئی، ہم یہ سمجھنے سے قاصر تھے کہ مرغی اپنے انڈے الگ جگہ دینے کے بجائے بطخ کی جگہ کیوں دے رہی ہے، دوسرا انڈہ بھی اس نے بطخ کے انڈے کے قریب دیا، تیسرا انڈہ بھی اس نے وہیں دیا اور یہ انڈہ دینے کے فوراً بعد وہ پلٹی، لیکن اس کی ٹانگیں اس کا ساتھ نہ دے سکیں، اپنے جسم کو گھسیٹتے ہوئے اس نے دور تک جانے کی کوشش کی لیکن انڈوں کے قریب ہی گر گئی، اس کی آنکھیں انڈوں پر گڑی ہوئی تھی، ان انڈوں میں ہی ان کی زندگی تھی، حسرت ویاس کے عالم میں اس نے آنکھیں بند کیں اور اس نے اسی جگہ جان دے دی، بچوں کی آنکھیں کھلنے سے پہلے ہی ماں کی آنکھیں بند ہو گئیں، انڈوں کے قریب اس کی بے حس وحرکت لاش پڑی تھی، اس کے چہرے پر اطمینان کا عجیب نور تھا، بیماری، لاغری کے باعث اسے موت کا اندازہ ہو گیا تھا، اسے یقین تھا کہ وہ نہیں بچے گی اور اس کے بچے کبھی اس کے آغوش محبت نہ پا سکیں گے، یہ احساس اتنا شدید تھا کہ اس نے بطخ کے انڈوں کے ساتھ انڈے دینے شروع کئے، وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں متوقع اپنی آنے والی نسل کو محفوظ ہاتھوں میں منتقل کر رہی تھی کہ میں دنیا میں زندہ نہ رہوں گی لیکن کم از کم میرے بچے تو زندہ رہیں، ان کی زندگی کے لئے مادی کوشش کی انتہا یہی ہے کہ اسے بطخ کے انڈوں کے ساتھ رکھ دیا جائے، بطخ، مرغی کے انڈوں پر بیٹھ گئی، مرغی کے بچے اکیس دن بعد خول توڑ کر باہر نکل آئے، بطخ پانی میں جاتی تو بطخ کا نقلی اور مرغی کا اصلی بچہ پانی میں جانے سے ڈرتا، کیونکہ مرغی پانی سے ڈرتی ہے، وہ کنارے کھڑا رہتا، بطخ واپس آتی، کنارے سے اپنی دم لگاتی، اشارہ کرتی

،آواز نکالتی، بچہ اس کی پشت پر چڑھ جاتا، وہ اسے لے کر پانی میں اتر جاتی، اسے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ یہ اس کا بچہ نہیں ہے، لیکن یہ بچہ اس کی آغوش میں انڈوں سے نکلا تھا، یہ اس کی گرمی کے عالم میں وجود میں آیا تھا، لہٰذا محبت کی سرگرمی اس بچے کے لئے بھی فراواں تھی۔

ماں کی مامتا ہر نفس میں یکساں ہوتی ہے اور ہر بچے کے لئے ایک جیسی ہوتی ہے، مجھے اپنا ذاتی تجربہ یاد آیا، میری بیٹی چھ ماہ کی ہوگئی تو میری اہلیہ نے اسے ہلکی پھلکی چیزیں کھلانا شروع کیں، جب وہ اسے انڈہ، سوجی، دودھ کی بنی ہوئی اشیا، کھیر وغیرہ کھلاتی تو میں اسے دیکھتا رہتا، ایک مرتبہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ اس نے ان اشیا میں سے کبھی ایک نوالہ، ریزہ، ایک ٹکڑا یا ایک ذرہ بھی چکھا ہو، اکثر وہ یہ کام ناشتے سے پہلے کرتی تھی، لیکن بچی کو کھلاتے ہوئے معلوم نہیں اس کی بھوک کہاں چلی جاتی تھی؟ ایسا لگتا تھا کہ وہ سیر ہو کر کھا چکی ہے اور اس کی چشم بھی سیر ہو چکی ہے، سیر چشمی کی اصطلاح صرف محاوروں میں اور کتابوں میں پڑھی تھی، اس کا حقیقی ادراک پہلی مرتبہ ہوا، لہٰذا سیر چشمی کے باعث بچی کی کسی شے کی طرف اس کا ذرہ برابر بھی میلان نہ ہوتا، کئی مرتبہ طشتری، برتن، پیالی، کٹوری یا پیالے میں یہ اشیا بچی ہوئی ہوتیں لیکن میں نے کبھی اسے ان بچی ہوئی اشیا میں سے کچھ چکھتے ہوئے نہیں دیکھا، اس کے خیال میں بچی کو پوری غذائیت اسی وقت مل سکتی ہے جب یہ مکمل غذا معدہ میں جائے، ورنہ بچی کی نشوونما رک جائے گی، یہ صرف اس کا حصہ ہے، جس میں کسی کو کوئی حصہ نہیں دیا جا سکتا ہے، اس کا خیال تھا کہ شاید بچی کو پھر بھوک لگے، اس کا معدہ تقاضہ کرے تو وہ اسے دوبارہ کھلا دے گی، چھ ماہ کی بچی پورا انڈہ نہیں کھا سکتی، اگر وہ آدھا انڈہ بھی کھا لے تو اس کے لئے کافی ہے، لیکن طشتری میں ہمیشہ آدھا انڈا بچا ہوا رہتا، وہ اسے کبھی نہ کھاتی۔

اس کے برعکس جب کبھی یہ خدمت اس نے میرے سپرد کی تو میں نے انڈے میں سے یقیناً دو تین نوالے ضرور لئے، گرم گرم انڈا بہت مزے دار لگتا تھا، بچی کو کھلاتے ہوئے میں بھی کچھ نہ کچھ انڈہ ضرور کھاتا تھا، بچی کو جب بھی میں نے کوئی چیز کھلائی، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ میں نے اس کی اشیا خورد و نوش میں سے کچھ نہ کھایا ہو، کچھ نہ چکھا ہو، یا کچھ نہ پیا ہو، بچی کی عمر پانچ سال ہو چکی ہے، اب وہ خود انڈہ کھاتی ہے لیکن اس کی ماں کا عمال اب بھی یہی ہے، وہ مجھے کہتی ہے کہ پورا انڈہ کھلائیں، پھر مجھ سے پوچھتی ہے کہ اس نے پورا انڈہ کھایا۔ ہے یا آپ نے بھی اس میں سے کچھ کھایا۔ ہے اس نے کتنا انڈہ کھایا؟

یہ فرق ہے باپ کی محبت اور ماں کی محبت کا، بچی کی پیدائش سے لے کر چھ ماہ تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میری اہلیہ گرم چائے پی گئی ہو، وہ جب ناشتے کے لئے صبح اور شام کو چائے پینے کے لئے بیٹھتی، بچی اٹھ جاتی، رونے لگتی یا کسی نہ کسی طرح اپنی ماں کو مصروف کر دیتی، کہتے ہیں کہ بچوں کا ماں کے کھانے پینے کے وقت اٹھنا محبت کا اظہار اور الفت کی علامت ہے، بچہ ان جذبوں کی آزمائش کرتا ہے اور ماں ہمیشہ اس امتحان میں سرخرو ہوتی ہے، شکر ہے بچے کبھی باپ کو امتحان میں نہیں ڈالتے، ورنہ وہ ہمیشہ ناکام ہی رہیں گے، بچی کی جانب سے اس امتحان کے باعث میری اہلیہ کے لئے چھ ماہ تک گرم کھانے اور گرم چائے پینے کی نوبت ہی نہیں آئی، وہ ٹھنڈی چائے پیتی رہی، محبت کی گرمی، چائے کے سرد و گرم ہونے کا احساس تک مٹا دیتی ہے، یہ مشاہدات پرندوں اور انسانوں کی ماؤں کی محبت کی جھلک دکھاتے ہیں تو خدا کی محبت اپنے بندوں سے کتنی ہوگی؟ ☆......☆